بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علماء کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں کیافرماتے ہیں :

- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعریف کیاہے ؟
- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کے فضائل اور نہ کرنے پر کیاوعیدیں ہیں ؟
- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کتنے مراتب ہیں؟
- کیاامر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف حکومت کاکام ہے ؟
- ایک عام مسلمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا کتناذمہ دار ہے ؟
- جب حکومت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتی ہوں ‘تو عوامی سطح پر کمیٹی بنانے کی کیاحیثیت ہے ؟
- کیاعوامی فلاحی کمیٹی جرائم پیشہ افراد کو تعزیری سزادے سکتی ہے ؟
- عوامی کمیٹی کا مجرم کے جرم کو منظرعام پر واضح کرنا کیساہے ؟
- کمیٹی کااپنے اخراجات کے لیے گاؤں کے لوگوں پر کوئی خاص رقم مقرر کرنا کیساہے ؟
- گناہ کرنے کے آلات (ساز ‘ باجہ ‘وغیر توڑنا)
- گناہ کے آلات کی مرمت کرنااور اس پر اجرت لینا

الجواب بعون ملهم الصواب

حل مسئلہ سے پہلے چند اصطلاحات کی تعریف لکھی جاتی ہے :

<u>امر:</u>

لغت میں حکم (Order) دینے کو کہتے ہے۔اور اصلاح شرع میں اس لفظ کو کہتے ہے ‘ جسکے ذریعے کسی کو کسی فعل کے بجالانے کا حکم پوری قوت اور بالادستی کے ساتھ دیا جائے۔

<u>معروف:</u>

اس فعل کو کہتے ہے ‘جو معاشرے میں اچھا سمجھا جائے ‘لیکن اصطلاح شریعت میں معروف اس قول و فعل کو کہتے ہیں ‘ جو اطاعت الہی کا مظہر اور اللہ تعالی کی قربت کا ذریعہ ہو ‘اس قول و فعل کا نیکی ہونا عوام میں معروف ہو۔

<u>نہی:</u>

امر کی ضد اور "منکر" معروف کی ضد ہے 'اصطلاح شریعت میں نہی عن المنکر کا مطلب کسی کو قوت اور بالادستی کے ساتھ ایسے قول وفعل سے روکنا جو رضائے الٰہی کے موافق نہ ہو ' یاد رہے 'بدی چونکہ مسلمان معاشرے میں اجنبی اور نامونوس چیز بن چکی ہے 'اس لئے اسے لفظ منکر (انجانی چیز) سے تعبیر کیا گیا۔

"ان طلب الفعل لا یسمی أمرا حقیقۃ الا اذا کان علی سبیل الاستعلا ء أی استعلاء الأمر علی المأمؤر ،احترز عن الدعاء و التماس وھو شرط أکثر المأتوریۃ و الأمدی من الأشعریۃ و صححہ الرازی "

(احکام السلطانیہ :ص۶۵)

(الموسوعۃ الفقہیۃ:ج:۶،ص ۲۴۷)

(نور الانوار :ص ۲۴)

(الفروق للقرافی :ج۲،ص۱۵۸)

النهي عن المنكر هو طلب الكف عن فعل ما ليس فيه رضا الله تعالى ، وهو من فروض الكفاية التي يجب على المسلمين أن يقوموا بها ، ويأثمون إذا تركوها جميعا ، ويسقط الحرج عن الباقين إذا قام به بعضهم ، قال تعالى : { ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون۔

الموسوعة الفقهية الكويتية - (8 / 40)

امر کی تعریف کا خلاصہ :

امر کی تعریف سے یہ خلاصہ نکلا کہ امر آڈر کے معنی میں ہے 'جس میں غیر کو حکم دیا جاتا ہے 'کہ یہ کام کرو اور اس کو کرنا ہوگا 'اس میں رضاکارانہ طور پر کام کرنے کی اپیل والتماس اور درخواست نہیں ہوتی ہے 'بلکہ دوٹوک الفاظ میں حکم ہوتا ہے ' کہ یہ کام کرو 'اگر نہیں کیا تو سزا کیلئے تیار ہو جاو 'اور چونکہ امر کا یہ مفہوم قوت نافذہ اور طاقت کا تقاضہ کرتا ہے 'اسی وجہ سے نزول قرآن کے وقت تیرہ سال تک اللہ تعالی نے مکی دور میں "تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر " کے الفاظ اور اس اصطلاح کو قرآن میں بالکل ذکر نہیں فرمایا 'جب مسلمانوں اور پیغمبر اسلام نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور آسمان سے جہاد کا حکم آگیا 'اسکے بعد اللہ تعالی نے قرآن مجید " تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر " کی اصلاح بیان فرمایا 'آپ کو کسی بھی مکی سورت میں یہ اصطلاح اور یہ الفاظ نہیں ملیں گے ' یہ سب مدنی سورتوں میں ہے۔

واضح رہے :

(خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین۔)اس آیت میں بعینہٖ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مذکورہ معنی میں نہیں ہیں اور دوسرا یہ ہے کہ مفسرین کے نزدیک یہ آیت جہاد سے منسوخ ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اعرف المعارف (سب سے بڑا معروف) اسلام لانا 'توحید ورسالت کا اقرار کرنا ہے 'اور انکر المنکر (سب سے بڑا منکر) کفر اختیار کرنا ہے ' جہاد ہی کے ذریعے سے کفر کی شان وشوکت مٹ کر خاک بن جاتی ہے اور اسلام کا

بول بالا ہو کر جوک در جوک اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں ‘اس سے معلوم ہوا کہ جہاد مقدس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک اعلی قسم ہے۔

اور اسی جہاد ہی کی وجہ سے اس امت کو پچھلی تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے ‘ چنانچہ علامہ الوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں "كنتم خيرامت أخرجت للنا س "کے تحت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو اس طرح نقل کیا ہے :

" عن ابن عباسأن المعنى تأمرونهم ان يشهدوا ان لااله الا الله و تقاتلونهم عليها و لااله الا الله هو اعظم المعروف و تنهون عن المنكر هو التكذيب و هو أنكر المنكر "

(روح :ج۴ ،ص ۲۸)

اور علامہ قرطبیؒ تفسیر قرطبیؒ میں لکھتے ہیں :

"فجعل الله الأمر بالمعروف و النهى عن المنكر فرقا بين المؤمنين و المنافقين فدل على ان أخص أوصاف المؤمنين الأمربالمعروف و النهى عن المنكر ورأسهاالدعاالى الاسلام و القتال عليه"

(قرطبیؒ‘۴/۴۷)

علامہ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں " آیت " کے تحت لکھتے ہیں :

"قال ابو هريره رضى الله عنه كنتم خير الناس للناس تأتون بهم فى السلاسل أعناقهم حتى يد خلوا فى الاسلام وقال ابو هريرةرضى الله عنه نحن خير الناس للناس نسوقهم بالسلاسل الى الاسلام"

یعنی لوگوں کے نفع کے خاطر تم لوگوں میں سب سے بہترین لوگ ہوں کہ تم لوگوں کے گردنوں میں زنجیریں ڈلواکر انکو اسلام میں داخل کراتے ہوں ‘ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے لیے لوگوں میں سب سے بہترین لوگ ہیں کہ انکے گردنوں میں طوق ڈالواکر انکو اسلام میں داخل کراتے ہیں۔

شاہ عبد القادر علیہ الرحمہ نے آیت کنتم خیر اِمت کے تحت لکھتے ہیں کہ یہ اِمت ہر اِمت سے بہتر ہے اس دو وصف میں اِمر بالمعروف یعنی جہاد اور ایمان یعنی توحید کی تقید (تاکید) اس قدر اور ادیان میں نہیں۔

"امر بالمعروف و نہی عن المنکر " شریعت اسلامیہ کا اہم فریضہ اور اسلامی معاشرت کا خاص امتیازی وصف ہے ‘جو اہل اسلام کو ہر طرح کی فکری و عملی گمراہیوں کے تیز ہواؤں سے بچا کر صراط مستقیم پر گامزن رکھتا ہے ‘ یہ عمل امت کو ایک خاص مزاج میں ڈالتا ہے ‘جو بندگی رب تعالی کے لیے ہر امتی سے مطلوب ہے۔

❖ امر بالمعروف کی اہمیت اور اس کے ترک پر وعیدیں :

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اہل ایمان کو حکم فرمایا ہے :

’’وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"

یعنی تم میں سے ایک جماعت ایسی کا ہونا ضروری ہے ‘کہ خیر کی طرف بلایا کریں ‘اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور بُرے کاموں سے روکا کریں ‘اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔

اس آیت میں خاص ایک ایسی جماعت کے ہونے کی ترغیب دی گئی ہے ‘جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں۔ نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ جس معاشرے میں یہ حکم زندہ ہوگا درحقیقت وہ معاشرہ زندہ معاشرہ ہوگا ‘اسی معاشرے کے افراد کو کامیابی اور فلاح کی نوید سنائی گئی ہے۔

- **امر بالمعروف کی اہمیت وفضیلت پر بکثرت احادیث شریف منقول ہیں ‘اس مقام کی مناسبت سے چند منتخب احادیث پیش کی جاتی ہیں :**

حذيفة عن اليمان :
عن النبي صلى الله عليه و سلم قال والذي نفسي بيده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقابا منه ثم تدعونه فلا يستجاب لكم "

سنن الترمذی - (468/4)

حضرت یمان رضی اللہ عنہ روایت نقل کرتے ہے ‘کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا : (اہل ایمان) قسم اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم پر لازم ہے اور تم کو تاکید ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہو (یعنی اچھی باتوں اور نیکیوں کی لوگوں کو ہدایت وتاکید کرتے رہو اور بری باتوں اور برے کاموں سے ان کو روکتے رہو) یا پھر ایسا ہوگا کہ (اس معاملہ میں تمہاری کوتاہی کی وجہ سے) اللہ تم پر اپنا کوئی عذاب بھیج دے گا۔ پھر تم اس سے دعائیں کروگے اور تمہاری دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی۔

تشریح : اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے امت کو واضح الفاظ میں آگاہی دی ہے ‘کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میری امت کا ایسا فریضہ ہے کہ جب اسکی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی ہوگی تو اللہ کی طرف سے وہ کسی فتنہ اور عذاب میں مبتلاء کردی جائے گی ‘اور پھر جب دعائیں کرنے والے اس عذاب اور فتنہ سے نجات کے لیے دعائیں کریں گے تو ان کی دعائیں بھی قبول نہ ہوں گی۔

- **مذکورہ حدیث کی تشریح میں مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ فرماتے ہے :**

کہ اس عاجز کے نزدیک اس میں قطعاً شبہ کی گنجائش نہیں کہ صدیوں یہ امت طرح طرح کے جن فتنوں اور عذابوں میں مبتلاء ہے اور امت کے اخیار اور صلحاء کی دعاؤں اور التجاؤں کے باوجود ان عذابوں سے نجات نہیں مل رہی ہے ‘ تو اس کا بہت بڑا سبب یہی ہے کہ رسول ﷺ نے اللہ تعالی کے حکم سے امت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جو ذمہ داری سپرد کی تھی اور اس سلسلہ میں جو تاکیدی احکام دیئے تھے اور اسکا جو عمومی نظام قائم فرمایا تھا ‘ وہ صدیوں سے تقریبا معطل ہے ‘امت

کی مجموعی تعداد میں اس فریضہ کے ادا کرنے والے فی ہزار ایک کے تناسب بھی نہیں ہیں ، الغرض یہ وہی صورت حال ہے ، جس کی رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں واضح آگاہی دی تھی۔

○ **مذکورہ حدیث کا دوسرا مطلب :**

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی واضح ہو جاتا ہے ، کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو باتوں میں ایک بات کا ہونا ضروری ہے یا تم یقینا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروگے یا ان دونوں فریضوں کے کرنے پر یقینا اللہ تعالی تم پر تمہارے برے لوگوں کو مسلط کر دیگا پھر تمہارے نیک لوگ (بُرے لوگوں کی ہلاکت کے لیے) دعا کریں گے مگر ان کی دعا قبول نہیں کی جائے گی۔ (طبرانی اوسط)

عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه قال يا أيها الناس إنكم تقرؤون هذه الآية يا أيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم لا يضركم من ضل إذا اهتديتم فإني سمعت رسول الله يقول إن الناس إذا رأوا منكرا فلم يغيروا يوشك أن يعمهم الله منه بعقابه"

(رواہ ابن ماجہ والترمذی)

○ **حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبانی آپ ﷺ کے ارشاد گرامی کا مفہوم :**

کہ تم لوگ قرآن پاک کی یہ آیت پڑھتے ہو۔

(يا أيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم لا يضركم من ضل إذا اهتديتم-----)

(اے ایمان والو تم پر لازم ہے ، کہ اپنے نفسوں کی فکر کرو ، تمہارے کچھ نہ بگاڑیں گے گمراہ ہونے والے لوگ جب تم راہ ہدایت پر ہو) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا حوالہ دیکر فرمایا کہ کسی کو اس آیت سے غلط فہمی نہ ہو) میں خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جب لوگوں کا یہ حال ہو جائے کہ وہ شریعت کے خلاف کام کرتے ہوتے دیکھیں اور اسکی تغیر وصلاح کے لیے کچھ نہ کریں تو قریبی خطرہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے ان سب ہی پر عذاب آجائے۔

تشریح :

سورۃ مائدہ کی یہ آیت جس کا حوالہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیا ہے ، اس آیت کے ظاہری الفاظ سے کسی کو یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ اہل ایمان کی ذمہ داری بس یہ ہے کہ وہ اسکی فکر کریں کہ وہ خود اللہ و رسول کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلتے رہیں ، دوسروں کی اصلاح و ہدایت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے ، اگر دوسرے لوگ اللہ اور رسول کے احکام کے خلاف چل رہے ہیں تو چلتے رہیں ، ہم کو ان کی گمراہی اور غلط کاری سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے فرمایا کہ آیت سے ایسا سمجھنا غلط ہوگا' میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جب لوگوں کا رویّہ یہ ہو جائے کہ وہ دوسرے لوگوں کو خلاف شریعت کام کرتے دیکھیں اور ان کی اصلاح کے لیے کچھ نہ کریں بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں تو اس بات کا قریبی خطرہ ہوگا کہ خدا کی طرف سے ایسا عذاب آئے جو سب ہی کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔

صدیق اکبر کی اس حدیث اور قرآن و حدیث کے دوسرے نصوص کی روشنی میں سورۃ مائدہ کی اس آیت کا مفاد اور مدعی یہ ہوگا کہ اے اہل ایمان جب تم راہ ہدایت پر ہو' اللہ و سول کے احکام کی تعمیل کررہے ہو (جس میں امر بالمعروف نہی عن المنکر اور بقدر امکان بندگان خدا کی اصلاح و ہدایت کی کوشش بھی شامل ہے) تو اس کے بعد جو ناخداترس لوگ ہدایت قبول نہ کریں اور گمراہی کی حالت میں رہیں' تو اس کی اس گمراہی اور معصیت کوشی کی تم پر کوئی ذمہ داری نہیں' کہ تم عند اللہ بری الذمہ ہو۔

- "عن جریر بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول :مامن رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علی ان یُّغیروا علیہ ولا یُّغیرون الا اصابھم اللہ بعقاب قبل ان یموتوا"

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ کسی قوم میں کوئی آدمی ہو جو ایسے اعمال کرتا ہو جو گناہ اور خلاف شریعت ہیں اور اس قوم اور جماعت کے لوگ اس کی قدرت اور طاقت رکھتے ہوں کہ اس کی اصلاح کردیں اور اس کے باوجود اصلاح نہ کریں (اسی حال میں اس کو چھوڑے رکھیں) تو ان لوگوں کو اللہ تعالی مرنے سے پہلے کسی عذاب میں مبتلا فرمائے گا۔

تشریح:

مطلب یہ ہے کہ استطاعت اور قدرت کے باوجود غلط کار اور بگڑے ہوئے لوگوں کی اصلاح و ہدایت کی کوشش نہ کرنا اور بے پروائی کا رویہ اختیار کرنا' اللہ کے نزدیک ایسا گناہ ہے جس کی سزا آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی دی جاتی ہے۔

- "عن جابر قال قال رسولﷺاوحی اللہ عزوجل الی جبرئیل علیہ السلام ان اقلب مدینۃ کذاوکذا باھلھا ،فقال یارب ان فیھم عبدک فلانالم یعصک طرفۃعین ،قال تعالی اقلبھا علیہ فان وجھہ لم یتمعر فیّ ساعۃ قط "

(البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں بستی کو پوری آبادی کے ساتھ الٹ دو جبرائیل نے عرض کیا خداوند اس شہر میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے' جس نے پل جھپکنے برابر بھی کبھی تیری نافرمانی نہیں کی' اللہ تعالی کا حکم ہوا کہ اس بستی کو اس بندے پر اور اسکے دوسرے سب باشندوں پر الٹ دو' کیونکہ کبھی ایک ساعت کے لیے بھی میری وجہ سے اس بندے کا چہرہ متغیر نہیں ہوا۔

تشریح:

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے پہلے کسی زمانہ کا یہ واقعہ بیان فرمایا کہ کوئی بستی تھی، جس کے باشندے عام طور سے سخت فاسق فاجر تھے اور ایسی بداعمالیاں کرتے تھے جو اللہ تعالی کے قہر وجلال کا باعث بن جاتی ہیں، لیکن اسی بستی میں ایک ایسا بندہ بھی تھا جو اپنی ذاتی زندگی کے لحاظ سے اللہ تعالی کا پورا فرمانبردار تھا اور اس سے کبھی معصیت سرزد نہیں ہوئی تھی، مگر دوسری طرف اس کا حال یہ تھا کہ بستی والوں کے فسق و فجور اور ان کی بداعمالیوں پر کبھی اس کو غصہ بھی نہیں آتا تھا اور اس کے چہرے پر شکنیں بھی نہیں پڑتی تھیں، اللہ تعالی کے نزدیک یہ بھی اس درجہ کا جرم تھا کہ جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بستی کے فاسق فاجر باشندوں کے ساتھ اس بندے پر بھی بستی کو الٹ دو۔

- ''عن العُرس بن عمیر عن النبی ﷺ قال اذا عملت الخطیئۃ فی الارض من شھدھا فکرھھا کان کمن غاب عنھا ومن غاب عنھا فرضیھا کان کمن شھدھا"

(سنن ابی داؤد)

حضرت عرس بن عمیرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی سرزمین میں گناہ کیا جائے تو جب لوگ وہاں موجود ہوں اور اس گناہ سے ناراض ہوں تو (اللہ کے نزدیک) وہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو وہاں موجود نہیں ہیں (یعنی ان سے اس گناہ کے بارے میں کوئی بازپرس نہ ہوگی) اور جو لوگ اس گناہ والی سرزمین میں موجود نہ ہوں مگر اس گناہ سے راضی ہوں وہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو وہاں موجود تھے (اور گویا شریک گناہ تھے)۔

تشریح:

اس باب کی دوسری حدیثوں کی روشنی میں حضور ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ جن لوگوں کے سامنے اللہ و رسول کے احکام اور شریعت کے خلاف کام کئے جائیں وہ اگر ان سے ناراض ہوں اور حسب استطاعت اصلاح و تغییر کی کوشش کریں ورنہ کم از کم دل ہی میں اس کے خلاف جذبہ رکھیں تو خواہ ان کی ناراضی اور کوشش کا کوئی اثر نہ ہو اور معصیتوں کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے تب بھی ان سے کوئی بازپرس نہ ہوگی (بلکہ وہ انشاء اللہ ماجور ہوں گے) اور جن لوگوں کو ان خلاف شریعت کاموں سے ناگواری اور ناراضی بھی نہ ہو، وہ اگرچہ گناہوں کی جگہ سے دور ہوں پھر بھی وہ مجرم ہوں گے اور شریک گناہ سمجھے جائیں گے۔

- عن النعمان بن بشير رضي الله عنه عن النبيﷺقال مثل المدهن في حدود الله والواقع فيها مثل قوم استهموا سفينة فصار بعضهم في أسفلها وصار بعضهم في أعلاها فكان الذي في أسفلها يمرون بالماء على الذين (الذي)في أعلاها فتأذوا به فأخذ فأسا فجعل ينقر أسفل السفينة فأتوه فقالوا مالك قال تأذيتم بي ولا بد لي من الماء فإن أخذوا على يديه(يده) أنجوه ونجوا أنفسهم وإن تركوه أهلكوه وأهلكوا أنفسهم"

(بخاری ،کتاب الشرکۃ)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ مثال ان لوگوں کی جو اللہ کی حدود اور اسکے احکام کے بارے میں مداہنت (یعنی سہل انگاری اور ڈھیلے پن) سے کام لیتے ہیں، (روک ٹوک نہیں کرتے) اور ایسے لوگوں کی جو خود اللہ کی حدود کو پامال اور اسکے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ایک ایسے گروہ کی سی مثال ہے، جو باہم قرعہ اندازی کر کے ایک کشتی پر

سوار ہوا تو کچھ لوگوں نے کشتی کے نیچے کے درجہ میں جگہ پائی اور کچھ نے اوپر والے درجہ میں ' تو نیچے کے درجہ والا آدمی پانی لے کر اوپر کے درجہ والوں پر سے گزرتا تھا ' اس سے انہوں نے تکلیف محسوس کی (اور اس پر ناراضی کا اظہار کیا) تو نیچے کے درجے والے نے کلہاڑا لیا اور لگا سوراخ کرنے کشتی کے نیچے کے حصے میں (تاکہ نیچے ہی سے دریا سے براہ راست پانی حاصل کر لے اور پانی کے لیے اوپر آنا جانا نہ پڑے) تو اوپر کے درجہ والے اس کے پاس آئے اور کہا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے ؟ (یہ کیا کر رہے ہو؟) اس نے کہا کہ (پانی کے لیے میرے آنے جانے سے) تم کو تکلیف ہوئی (اور تم نے ناراضی کا اظہار کیا) اور پانی تو (زندگی کی) ناگزیر ضرورت ہے (میں دریا سے پانی حاصل کرنے کے لیے یہ سوراخ کر رہا ہوں ' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) تو اگر یہ کشتی والے اس آدمی کا ہاتھ پکڑ لیں (اور اس کو کشتی میں سوراخ نہ کرنے دیں) تو اس کو بھی ہلاکت سے بچا لیں گے ' اور اپنے کو بھی اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے (اور کشتی میں سوراخ کرنے دیں گے) تو اس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیں گے ' اور اپنے کو بھی (سب ہی غرقاب ہو جائیں گے)۔

تشریح: بڑی ہی عام فہم اور سبق آموز مثال ہے ' حدیث کا پیغام یہ ہے کہ جب کسی بستی یا کسی گروہ میں اللہ کی حدود پامال کی جاتی ہوں اور اس کے احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہوتی ہو ' وہ بداعمالیاں ہوتی ہوں جو خداوند ذوالجلال کے قہر وعذاب کو دعوت دیتی ہیں ' تو اگر ان میں اچھے اور نیک لوگ اصلاح و ہدایت کی کوئی کوشش نہیں کریں گے ' تو جب خدا کا عذاب نازل ہوگا تو یہ بھی اسکی لپیٹ میں آ جائیں گے اور ان کی ذاتی نیکی اور پرہیز گاری ان کو نہ بچا سکے گی ' قرآن پاک میں بھی فرمایا گیا ہے :

"و اتقوا فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ واعلموا ان اللہ شدید العقاب "

(الانفال ۲۵)

(اور اس عذاب سے ڈرو اور بچنے کی کوشش کرو ' جو صرف ظالموں مجرموں ہی پر نہیں آئے گا ' اور خوب جان لو کہ اللہ کی سزا بڑی ہی سخت ہے)۔

- عن عبد الله بن مسعود قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- :« لما وقعت بنو اسرائيل فى المعاصى نهتهم علماؤهم فلم ينتهو فجالسوهم فى مجالسهم و أكلوهم وشاربوهم فضرب الله قلوب بعضهم ببعض فلعنهم على لسان داؤد و عيسى ابن مريم ذالک بما عصو ا و كانوا يعتدون قال فجلس رسو ل ﷺ وكان متكئا فقا ل لا والذى نفسى بيده حتى تأطروهم أطراً و فى رواية ابى داؤد "قال « كلا والله لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر ولتأخذن على يدى الظالم ولتأطرنه على الحق أطرا ولتقصرنه على الحق قصرا او ليضربن الله بقلوب بعضكم على بعض ثم ليلعننكم كما لعنهم "

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل جب گناہوں میں مبتلاء ہوئے تو ان کے علماء نے ان کو روکا اور جب وہ باز نہ آئے تو ان کے علماء بھی ان کی مجلسوں کے ہم نشین بن گئے اور ان کے ہم نوالہ وہم پیالہ ہو گئے چنانچہ اللہ تعالی نے ان سب کو خلط ملط کر دیا اور ان کے دلوں کو آپس میں ایک دوسرے کے دل کے ساتھ ملا دیا پھر اللہ تعالی نے ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسی علیہم السلام کی زبان کے ذریعہ لعنت فرمائی اور یہ لعنت اس لیے کی گئی تھی کہ ان لوگوں نے گناہ کئے اور حد سے

تجاوز کیا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اس وقت تکیہ لگائے بیٹھے تھے ' سیدھے بیٹھ گئے۔ چنانچہ فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے 'تم اس وقت تک عذاب الہی سے نجات نہیں پاسکو گے جب تک کہ ظالموں کو ان کے ظلم سے اور فاسقوں کو ان کے گناہوں سے نہیں روکو گے۔ اور ابوداؤد کی ایک میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا (تمہارا یہ گمان ہے کہ سکوت و مداہنت کے باوجود تمہیں عذاب الہی سے نجات مل جائے گی تو) ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ خدا کی قسم تمہارے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کو نیکی کی راہ اختیار کرنے کا حکم دو اور ان کو برائی کی راہ سے روکو 'ظالم کا ہاتھ پکڑو 'اس کو حق کی طرف مائل کرو اور اس کو حق وانصاف کی راہ پر قائم کرو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو پھر اللہ تعالی تمہارے دلوں کو بھی آپس میں ایک دوسرے کے دل کے ساتھ خلط ملط کر دیگا اور پھر تم پر لعنت فرمائے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر (ان کے گناہوں کی وجہ سے) لعنت فرمائی تھی۔

<u>تشریح: " فضرب الله قلوب بعضهم ببعض فلعنهم"</u>

مطلب یہی ہے کہ سب ملکر گناہ میں پڑ گئے تو اللہ تعالی نے پہلے ان کے دلوں کو سیاہ کر دیا اور اس میں ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط ہوگئے 'پھر ان کے دل اجتماعی طور پر سخت کر دیئے گئے 'جس سے وہ اللہ تعالی سے دور ہوگئے اب وہ اس قابل نہیں رہے کہ حق کو قبول کر سکیں اس لئے مسخ ہو کر کچھ تو خنزیر بن گئے اور کچھ لنگور بن گئے 'اس بیان کے بعد آنحضرت ﷺ اہتمام کے ساتھ بیٹھ گئے 'اور مزید ارشادات کو مجمع کے سامنے بیان فرمادیا جس میں یہ ارشاد تھا کہ خدا کی قسم! تمہیں ظالم کا ہاتھ پکڑ کر منکر سے روکنا ہوگا ورنہ تمہارے دل بھی ان کے دلوں کی طرح ہو جائیں گے 'اور اگر وہ باز نہیں آئے تو تم ان سے الگ ہو جاؤ اور کنارہ کشی اختیار کرو 'نہ ان کے پاس بیٹھا کرو 'نہ ان کو کھلاؤ 'نہ ان سے کھاؤ 'نہ پیو 'نہ پلاؤ۔ (توضیحات ۲۷/۷ 'معارف الحدیث ۲۷/۸)۔'

(۵/۴) اِمر بالمعروف کے شرعی حکم اور اِمر بالمعروف کے اقسام کے بارے میں حضرت مفتی شفیع رحمہ اللہ معارف القرآن ۱۳۷/۲ 'پر لکھتے ہیں 'کہ اِمر بالمعروف کے دو درجے ہیں 'پہلا درجہ " کنتم خیر امت اِخرجت للناس "اس آیت مبارکہ میں پوری امت پر اِمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ عائد کیا گیا ہے 'اور دوسری امتوں پر اسکی فضیلت کا سب ہی اس خاص کام کو بتلایا ہے 'اِمر بالمعروف کا دوسرا درجہ یہ ھیکہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت خاص دعوت وارشاد ہی کیلئے قائم رہے ' اسکا وظیفہ یہی ہو کہ اپنے قول و عمل سے لوگوں کو قرآن و سنت کی طرف بلائے 'اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں سست 'برائیوں میں مبتلاء دیکھے اس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور برائی سے روکنے کی اپنے مقدور کے موافق کوتاہی نہ کرے اور چونکہ اس اہم فریضہ یعنی اِمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو پوری طرح اسی وقت ادا کیا جاسکتا ہے 'جب کہ اسکو مسائل کا پورا علم بھی ہو اور اِمر بالمعروف کو مؤثر بنانے کے اداب اور طریقے بھی سنت کے مطابق اسکو معلوم ہوں 'اس لئے مکمل طور پر اِمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کے لئے مسلمانوں میں سے ایک مخصوص جماعت کو اس

منصب پر مأمور کیا گیا ‘جو ہر طرح دعوت الی الخیر اِمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہو ‘ چنانچہ اسی آیت میں ایسی جماعت کی ضرورت اور اہمیت کو بتلاتے ہوئے ‘فرمایا

"وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"

یعنی تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے ‘کہ خیر کی طرف بلایا کریں ‘اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور بُرے کاموں سے روکا کریں ‘اور یہی لوگ کامیاب ہیں "**ولتکن**" میں اشارہ ہے کہ اس جماعت کا وجود ضروری ہے ‘اگر کوئی حکومت یہ فریضہ انجام نہ دے تو تمام مسلمانوں پر فرض ہو گا ‘کہ وہ ایسی جماعت قائم کریں ‘کیونکہ انکی حیات ملی اسی وقت محفوظ رہے گی ‘جب تک یہ جماعت باقی ہے۔ (معارف ۱۴۰/۲)

اسی آیت کریمہ اور دوسرے دلائل کو دیکھتے ہوئے جمہور علماء کرام کا یہی موقف رہا ہے ‘کہ اِمر بالمعروف کا یہ درجہ فرض کفایہ ہے۔

''ان العلماءاتفقواعلی أن الأمر بالمعروف والنہی عن المنکرمن فروض الکفایہ و لم یخا لف ذالک الا النزر---''

(روح ۲۱/۴)

○ **''مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح'' :**

''عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله قال من رأى أي علم منكم منكرا أي في غيره من المؤمنين والخطاب للصحابة أصالة ولغيرهم من الأمة تبعا وفي الإتيان بمن التبعيضية إشعار بأنه من فروض الكفاية وإيماء إلى أنه لا يباشره إلا من يعرف مراتب الإحسان وتفاوت المنكرات ويميز بين المتفق عليه والمختلف فيه منها وهذا المعنى مقتبس من قوله تعالى ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ۔''آل عمران

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے پہلے درجے میں علماء کرام نے قدرے تفصیل بیان کی ہے ‘اور اس درجہ کا اِصل و مدار آنخضرت ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ "من رای منکم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"حدیث مذکورہ اِمر بالمعروف و نہی عن المنکر تین مراتب بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) قوت سے بُرائی کو مٹانا (۲) زبان سے بُرائی ختم کرنا (۳) دل ہی میں اسکے مٹانے کا جذبہ رکھتے ہوئے اسے بُرا سمجھنااور یہ زبان کا سب سے کمزور درجہ ہے ‘اور دوسری حدیث میں وارد ہے کہ "لیس "اگر دل سے بھی بُرا نہیں سمجھتاہے ‘تو سمجھ لینا چاہیے ‘کہ اس میں ایمان کی کوئی نشانی بھی نہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مراتب :

✓ **مرتبہ اول کی تفصیل :**

پہلے مرتبہ کا دار مدار قوت پر ہے ‘اس لئے بعض اہل علم نے اسے خلیفہ المسلمین ‘صاحب اقتدار کیلئے خاص کر رکھا ہے کہ وہ صاحب قدرت ہوتا ہے ‘یعنی قوت کے ساتھ بُرائی مٹانا خلیفہ المسلمین کی ذمہ داری ہے ‘لیکن "من " کی تعبیر کو بالکلیہ ختم کر کے اس مرتبہ کو خلیفہ کے لئے خاص کرنا بھی درست نہیں ہے ‘اس میں تفصیل ہے۔

(۱) صاحب اقتدار پر بُرائی کو قوت سے مٹانا فرض عین ہے ' (شرح نووی مسلم '۲/۲۳)۔

(۲) رعایا میں سے جس شخص کو ذاتی طور کسی شخص پر قدرت حاصل ہے 'تو اس پر بھی بُرائی مٹانا فرض عین ہے ' جیسے باپ کو اولاد پر استاد کو شاگرد پر 'سردار کو قوم پر 'سیٹھ کو ملازمین پر 'زوج کو زوجہ پر۔

(شرح نووی مسلم '۲/۲۳۔إلا کلکم راع۔۔۔۔۔۔۔۔۔

الفتاوى الهندية - (5 / 352)

"أن الأمر بالمعروف على وجوه إن كان يعلم بأكبر رأيه أنه لو أمر بالمعروف يقبلون ذلك منه ويمنعون عن المنكر فالأمر واجب عليه ولا يسعه تركه"

الفقه الإسلامي وأدلته-أ. د. وهبة الزحيلي - (8 / 375)

''ويصير فرض عين على القادر الذي لم يقم به غيره من ذوي الولاية والسلطان، فعليهم من الوجوب ما ليس على غيرهم، فإن مناط الوجوب: هو القدرة، فيجب على القادر ما لا يجب على العاجز، قال الله تعالى: {فاتقوا الله ما استطعتم}''

(۳) اگر منکر کسی ایسی جگہ میں ہو رہا ہے جس کا علم صرف ایک ہی شخص کو ہے اور وہ اس کے ازالے پر قادر ہے تو اس کا ازالہ فرض عین ہے۔۔

(۴) بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں ہر فرد کو منکر کے ازالے کے لئے قوت کا استعمال جائز ہے 'مگر واجب اور فرض عین نہیں ہے 'مثلا: جان ومال اور عصمت کی حفاظت کیلئے قاتل 'ڈاکو 'بدمعاش 'زانی کو بُرائی سے روکے اور سکے لئے قوت کا استعمال کرے 'تو جائز ہے۔ (من قتل دون مالہ فھو شھید)

(۵) مسلمانوں کی کوئی جماعت بُرائی کو بزور قوت مٹانے پر آمادہ ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

<u>**علامہ ابن تیمیہ 'ابن القیم الجوزی 'عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں 'نہی عن المنکر میں چار احتمالات ہیں :**</u>

(۱) اگر امر بالمعروف کے نتیجے میں بُرائی ختم ہو جائے 'اسکی جگہ نیکی قائم ہو جانے کا امکان ہو تو اسے بزور قوت مٹانا درست ہے۔

(۲) بُرائی مکمل ختم نہ ہو مگر پہلے سے کم ہو جانے امکان ہو تو بھی اِمر بالمعروف و نہی عن المنکر درست ہے۔

(۳) اگر اِمر بالمعروف کے نتیجے میں بُرائی کی جگہ اسی طرح کی بُرائی وجود میں آنے کا امکان ہو تو کرنے اور چھوڑنے دونوں کی گنجائش ہے۔

(۴) اگر امر بالمعروف کے نتیجے میں سابقہ بُرائی سے بڑی بُرائی کے قائم ہونے کا احتمال ہو تو ایسے مقامات پر امر بالمعروف ممنوع ہے۔

(الزواجر ،۲/۱۶۹، الحسبة ،۲۹/۲۷،)

✓ <u>**مرتبہ ثانی کی تفصیل :**</u>

زبان سے بُرائی ختم کرنے کی استطاعت ہو تو اولا نیکی کی ترغیب دے، نرم لہجہ اختیار کرے، اگر یہ کارآمد نہ ہو تو سخت لہجہ اختیار کرے، مگر گالی گلوچ نہ دے، اگر یہ بھی کارآمد نہ ہو تو ڈرائے دھمکائے۔

(بدائع الصنائع، دار الكتب العلمية - (2 / 334)

"أن الآمر يبدأ بالموعظة على الرفق واللين دون التغليظ في القول، فإن قبلت، وإلا غلظ القول به،

ومثلہ فی الھندیہ ،کتاب الکراھیہ ،۴۰۷/۵،الموسوعۃ الفقہیہ ،۱۷/ ۲۴۱)

<u>دونوں مراتب کے چند بنیادی اصول :</u>

بُرائی کو ہاتھ سے مٹانے اور زبان سے مٹانے میں بنیادی شرط قدرت ہے، اگر قدرت نہ ہو تو ترک کرنا جائز ہے، وجوب باقی نہیں رہتا، ہاں البتہ استحباب پھر باقی رہتا ہے، یہی عزالدین اور علامہ غزالی کا موقف ہے۔

(تحفۃ الناظر ، الادب الشرعیۃ ،۱۸۰/۱،الموسوعۃ الفقہیۃ ،۱۷/ ۲۴۰)

✓ **<u>مرتبہ ثالث کی تفصیل :</u>**

اگر ہاتھ اور زبان سے بُرائی مٹانے پر قدرت نہ ہو تو دل سے اسکو بُرا سمجھنا فرض ہے، اور یہ ارادہ رکھنا ضروری ہے کہ جب بھی قدرت ملی اسے مٹاؤں گا۔

❖ **<u>امر بالمعروف کیلئے حکومت کا ہونا :</u>**

جمہور علماء امت کی رائے یہ ہیکہ ہر مسلمان یہ فریضہ انجام دے سکتا ہے، کیونکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے دلائل عام ہیں، ان کی عمومیت کو ختم کرکے اسے اصحاب اقتدار کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں، باقی تفصیلات تو پہلے گذر گئی۔

(الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴۰/۱۷)

تفسير ابن المنذر - (1 / 332)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: " {كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ} قَالَ: تَجِيئُونَ بِهِمْ فِي السَّلاسِلِ تُدْخِلُونَهُمْ فِي الإِسْلامِ "

تفسير الثعلبي - (1 / 462)

وقال حذيفة اليماني : يأتي على الناس زمان لئن يكون فيهم جيفة حمار أحب إليهم من مؤمن يأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر .

وقال الثوري : إذا كان الرجل مُحبّباً في جيرانه محموداً عند القوم فاعلم أنه مداهن .

، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قوله: " {كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ} يَقُولُ: تَأْمُرُونَهُمْ أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللهُ، وَالإِقْرَارَ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ، وَتُقَاتِلُونَهُمْ عَلَيْهِ، لا إِلَهَ إِلا اللهُ هُوَ أَعْظَمُ الْمَعْرُوفِ، وَتَنْهَوْنَهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَالْمُنْكَرُ التَّكْذِيبُ وَهُوَ أَنْكَرُ الْمُنْكَرِ۔

وتخصص هذه الفئة بما ذكر لا يمنع كون الأمر بالمعروف والنّهي عن المنكر واجبا على كلّ فرد من أفراد الأمّة بحسبه، كما ثبت في صحيح مسلم عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: «من رأى منكم منكرا فليغيّره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان»و في رواية: «وليس وراء ذلك من الإيمان حبّة خردل». صفوة التفاسير - (1 / 182)
روي عن عمر رضي الله عنه أنه قال « من سرَّه أن يكون من هذه الأمة فليؤد شرط الله فيها »
تفسير النيسابوري - (2 / 325) وروي عن النبي صلى الله عليه وسلم « من أمر بالمعروف ونهى عن المنكر فهو خليفة الله في أرضه وخليفة رسول الله وخليفة كتابه » وعن علي : أفضل الجهاد الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ، ومن شنأ الفاسقين وغضب لله غضب الله له وكفى بقوله تعالى : { وأولئك هم المفلحون }
تفسير القرطبي - (4 / 162) القول الأول أصح فإنه يدل على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فرض على الكفاية وقد عينهم الله تعالى بقوله : { الذين إن مكناهم في الأرض أقاموا الصلاة } [الحج : 41]
"ويأمرون بالمعروف"، يقول: يأمرون الناس باتباع محمد صلى الله عليه وسلم ودينه الذي جاء به من عند الله (2) "وينهون عن المنكر"،: يعني وينهون عن الكفر بالله والتكذيب بمحمد وبما جاء به من عند الله، بجهادهم بالأيدي والجوارح، حتى ينقادوا لكم بالطاعة.

مجرم کو تعزیری سزا دینا درست ہے اور یہ حاکم وقت (یا عوامی کمیٹی) کی صوابدید پر ہے 'کہ کتنی سزا بہتر ہے۔جب کہ حد جاری کرنا صرف حاکم وقت کا کام ہے 'کیونکہ شریعت میں بسا اوقات مفاسد پیدا ہونے کی خاطر عدم جواز کا فتوی دیا جاتا ہے 'حدود کا اجرا بھی انہی قبیل میں سے ہے۔تاہم کتب فتاوی میں درج ہے :

کہ عین برائی کے دوران (مثلا : زنا کا عمل جاری ہو) حاکم کے علاوہ دیگر افراد بھی تعزیری سزا بغیر کسی شک کے دے سکتے ہیں۔

(فتاوی شامیہ : کتاب الحدود)

جب کہ عین برائی کے دوران کے علاوہ اوقات میں حاکم وقت تعزیری سزا کا اجرا نہیں کرتا ہو 'تو پنچائیت والے خاص کر رشتہ دار اپنے مجرم کو تعزیری سزا دے سکتے ہیں '

''فان دفع المنكرواجب على كل من قدر عليه لاسيما من يلحقه عاره۔''

تفصیل کے لیے :

(ردالمحتار : ج۳ 'ص۵۹۷ 'بحوالہ جامع الفتاوی : ج۷ 'ص۲۹۹ 'ط : ادارہ تالیفات اشرفیہ)

پنچائیت کا تعزیری سزا دینا :

ویسا تو حد اور تعزیر جاری کرنا حاکم وقت کا کام ہے 'اگر دوران تعزیر مجرم مر بھی جائے 'تب بھی ازروئے شرع حاکم وقت کی گرفت نہیں ہوتی ہے۔البتہ جب حاکم وقت اپنی ذمہ داری سے غافل ہو اور لوگ آئے روز جرم کے مرتکب ہو رہے ہوں 'تو ایسی حالات میں ہر شخص پر منکر کو اپنی طاقت کے مطابق ختم کرنا فرض ہے۔بہتر یہ ہے کہ ہر شخص اپنے رشتہ دار کو تعزیری

سزا دیدے۔مثلا : نافرمان بیوی کو شوہر ہی سزا دے ‘حاکم وقت غفلت کا مظاہرہ کرتا ہو ‘یا مجرم کی مزید پشت پناہی کرتا ہو ‘تو شوہر برائی کے روک تھام کے لیے ہر ممکن اور جائز تعاون طلب کر سکتا ہے۔

نوٹ : اگر شوہر سزا دینے سے عاجز ہو ‘تو عامۃالمسلمین پر اس وقت برائی کا خاتمہ فرض ہو جاتا ہے۔

تفصیل کے لیے :

(احسن الفتاوی ‘ کتاب الحدود والتعزیر : ج۵ ‘ص ۵۱۵ ‘ط : ایچ۔ایم سعید)

تعزیر میں جسمانی سزا کتنی ہونی چاہیے۔۔۔۔؟اس حوالہ سے اتنی بات ثابت ہے ‘کہ تعزیر کی مقدار حد شرعی سے کم ہونی چاہیے ‘اس کے باوجود بھی مجرم باز نہ آتا ہو ‘تو جیل میں بند کر دیا جائے ‘سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔

اور بعض اوقات جرائم پیشہ افراد رات کو کسی کے گھر پھلانگ کر چوری کرتے ہیں ‘ یا کسی خاتون کے ساتھ ناجائز تعلقات پر پکڑے جاتے ہیں اور یا مثلا : شوہر بلا کسی عذر شرعی کے خاتون کو طلاق دیتا ہے ‘جس سے خاتون کسمپرسی کے عالم میں بے بسی اور تنہائی کے سخت لمحات سہتی ہے اور خاندان والے ہتک عزت کے نام رقم لیتے ہیں ‘ یا کمیٹی والے اس پر تاوان اور جرمانہ عائد کرتے ہیں ‘جس کو شریعت میں تعزیر مالی (مالی جرمانہ) کہا جاتا ہے۔اور یہ اس لیے لازمی ہوتا ہے کہ مجرم کا اس کے بغیر اصلاح ممکن نہیں ہوتی ہے۔

فقہ حنفی میں تعزیر مالی کی گنجائش نہیں ہے ‘البتہ امام ابو یوسفؒ نے فتوی دیا ہے ‘کہ مجرم پر تاوان عائد کر کے محفوظ کر دیا جائے اور سدھرنے کی صورت میں واپس کر دیا جائے۔

جب کہ دور حاضر میں معاصر علما نے انتہائی مجبوری کی صورت میں تعزیر مالی کے جواز کا فتوی دیا ہے۔مثلا :

- عام طور لوگ وعظ ونصیحت سے نہ باز آتے ہیں اور نہ ہی کان دھرتے ہیں۔
- مجرم کو یہ پتہ چلے کہ مجھے مالی تاوان دوبارہ ملتا ہے تو اپنے جرم سے تائب نہیں ہوتا ہے۔
- اگر مجرم کو مالی جرمانہ نہ کیا جائے ‘وہ صرف جسمانی ریمانڈ سے باز نہیں آتا ہے۔

ان جیسے ناگفتہ بہ حالات میں اگر کمیٹی والے مالی جرمانہ عائد کرے اور وہ رقم مصلحت کی خاطر محفوظ رکھے ‘سدھرنے پر واپس کر دے ‘بصورت دیگر اپنے انتظامی کاموں میں خرچ کرے ‘تو حرج نہ ہو گا۔

یاد رہے :

کمیٹی والوں کے لیے معتمد علماء کرام اپنے ساتھ شامل کرنا ضروری ہے ‘کیونکہ تعزیر مالی میں خصوصا فقہائے احناف کا بہت اختلاف ہیں ‘کہ تعزیر مالی حاکم وقت اور اس کے ماتحت کام کرنے والے قاضی کا کام ہے ‘جب کہ دور حاضر میں شرعی نظام قضاء کا فقدان ہے ‘تو فقہا نے بوجہ مجبوری تعزیر مالی کا اختیار وہاں کے مستند ‘معتمد اور مرجع الخلائق عالم دین کو دیا ہے۔ورنہ اگر علماء کی نگرانی نہ ہو ‘تو بے جا ‘یا زیادہ مالی جرمانہ سے ظلم اور جبر کا دروازہ چوپٹ کھل جائے گا۔

تعزیر مالی فقہا کی زبانی:

تعزیر مالی (مالی جرمانہ) کے متعلق حضرات فقہاء نے اپنی اپنی کتابوں میں کافی تفصیلی بحث کی ہیں، ان تمام تفصیلات اور بحثوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرات طرفین کے نزدیک مالی جرمانہ سرے سے جائز نہیں ہے اور حضرت امام ابویوسفؒ کے نزدیک حاکم وقت کے لئے تعزیر مالی کو جاری کرنا جائز ودرست ہے۔اور ساتھ میں یہ بات واضح رہے کہ امام ابویوسفؒ کے نزدیک تعزیر مالی کا جواز مطلّقاً ہر جگہ جائز نہیں ہے؛ بلکہ جہاں پر ذمہ دار شخصیت تعزیر مالی کو مصلحت سمجھے گی وہاں پر جاری کرے گی۔اور فقہاء نے حضرات طرفین کے نزدیک عدم جواز کی جو بات نقل فرمائی ہے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ تعزیر مالی شروع اسلام میں جائز تھی بعد میں یہ حکم منسوخ ہوچکاہے، لیکن فقہ السنہ کے اندر منسوخ ہونے کی بات کی تردید کی گئی ہے کہ جن لوگوں نے اس بات کا دعویٰ کیاہے کہ مالی جرمانہ شروع اسلام میں جائز تھا بعد میں منسوخ ہوچکاہے، ان لوگوں کے پاس منسوخ ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور یہ دعویٰ بلا دلیل کے ہے؛اس لئے یہ حکم آج بھی بدستور باقی ہے؛ لہٰذا جہاں ذمہ دار شخصیت تعزیر مالی کو جاری کرنا مصلحت سمجھے گی وہاں آج بھی تعزیر مالی (مالی جرمانہ) جاری کرنے کی گنجائش ہے۔

اور اگر وقتی طور پر کچھ مال ضبط کر کے رکھ لیں اور بعد میں جب وہ اپنے جرم سے تائب ہوجائے تو اسے واپس کردیں، تو ایسا کرنا سب کے نزدیک جائز ہے اور تائب نہ ہونے کی صورت میں امام ابویوسفؒ کے قول کے مطابق متاثر کے حوالہ کرنے کی گنجائش ہے۔اب فقہاء کے جزئیات ملاحظہ فرمایئے:

''فقہ السنہ''

"ومن قال: إن العقوبة المالية منسوخة فقد غلط على مذاهب الأئمة نقلا واستدلالا، وليس يسهل دعوى نسخها والمدعوون للنسخ ليس معهم سنة، ولا إجماع يصح دعواهم۔ "

(فقہ السنۃ ۲/ ۵۳۵)

"وعن أبي يوسف أن التعزير بأخذ الأموال جائز للإمام۔

(تبيين الحقائق قديم مكتبہ إمداديہ ملتان ۳/ ۲۰۸، جديد زكريا ۳/ ۶۳۴)

وعن أبي يوسف أن التعزير بأخذ المال جائز للإمام، وعندهما والشافعي ومالك وأحمد لا يجوز بأخذ المال، وما في الخلاصة: سمعت من ثقة أن التعزير بأخذ المال إن رأى القاضى ذلك أو الوالي جاز، ومن جملة ذلك رجل لا يحضر الجماعة يجوز تعزيره بأخذ المال مبني على اختيار من قال بذلك من المشايخ لقول أبي يوسف۔"

(حاشية چلپى على الزيلعي، قديم ۳/ ۲۰۸، جديد زكريا ۳/ ۶۳۴)

"الأصل في مذهب أبي حنيفة أن التعزير بأخذ المال غير جائز، فأبو حنيفةومحمد لا يجيزانه، بل إن محمدا لم يذكره في كتاب من كتبه، أماأبويوسف فقد روى عنه أن التعزير بأخذ المال من الجاني جائز إن رؤية فيه مصلحة۔"

(الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۲/ ۲۷۰)

"يجوز تعزيره بأخذ المال مبني على اختيار من قال بذلك من المشايخ كقول أبي يوسف، وقال التمرتاشي:يجوز التعزير الذي يجب حقا الله تعاليلكل أحد بعلة النيابة عن الله تعالى۔"

(فتح القدير، زكريا ۵/ ۳۳۰)

"درمختار مع الشامی" میں اس کو ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے، کافی تفصیل موجود ہے، اس میں سے تھوڑی سی عبارت اقتباس کے ساتھ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

"لا بأخذ المال في المذہب (بحر) وفیہ عن البزازیۃ وقیل: یجوز ومعناہ أن یمسکہ مدۃ لینزجر ثم یعیدہ لہ، فإن أیس من توبتہ صرفہ إلی مایری، وفي المجتبی: أنہ کان في ابتداء الإسلام ثم نسخ، وتحتہ في الشامیۃ: وعن أبي یوسف یجوز التعزیر للسلطان بأخذ المال وعندہماوباقی الأئمۃ لا یجوز۔"

(درمختار مع الشامي، زکریا ۶/۱۰۵-۱۰۶، کراچی ۴/ ۶۱)

"بزازیہ" میں اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

"والتعزیر بأخذ المال إن المصلحۃ فیہ جائزۃ قال مولانا خاتمۃ المجتہدین مولانا رکن الدین أبو یحیی الخوارزميؒ: معناہ أن نأخذ مالہ ونودعہ، فإذا تاب نردہ علیہ کما عرف في خیول البغاۃ وسلاحہم، وصوبہ الإمام ظہیر الدین التمرتاشي الخوارزمي، قالوا: ومن جملتہ من لا یحضر الجماعۃ یجوزتعزیرہ بأخذ المال۔"

(البزازیۃ علی الہندیۃ ۶/ ۴۲۷، زکریا جدید ۳/۲۵۱)

تعزیر مالی پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے جو تجاویز منظور کی ہیں، اس کی تفصیل کے لیے:

(جدید فقہی مسائل: ج۶، ص۱۷۴، ط: زمزم پبلشر)

مجرم کا جرم پاش کرنا:

عام طور کسی کی ذاتی معاملہ میں عیب پوشی کی ترغیب ہے، لیکن اگر وہ جرم متعدی ہو، معاشرہ کے لیے ناسور ہو، سمجھانے کے باوجود بھی وہ نہ سمجھے، تو اس وقت مجرم کا جرم افشاں کرنا درست ہے۔

یادرہے:

مجرم کا جرم فاش اور آشکارا کرنا ایک جرائت مندانہ کا کام ہے، اس سے اگر فساد کا خاتمہ ہوتا ہے، تو فساد بڑھنے کا بھی خطرہ ہے، اس لیے کمیٹی، یا پنچائیت میں ایسے لوگوں کا ہونا ضروری ہے، جو درپیش ہونے والے خطرات کو بھانپ سکتے ہوں اور اس کے کنڑول کرنے کی طاقت رکھ سکتے ہوں اور جرم کی وضاحت بھی صرف اصلاح معاشرہ اور مجرم کی خیر خواہی کی بنیاد پر ہو۔

پنچائیت کا اپنے اخراجات کے لیے کسی پر رقم مقرر کرنا:

عوامی کمیٹی اپنے اخراجات کے لیے ترغیبی مہم چلائیں، کسی پر رقم مقرر کرنا درست نہیں ہے، اس میں بسا اوقات لوگ دینے کو تیار نہیں ہوتے ہیں، تو ان پر خوامخواہ رقم مقرر کرنے میں طیب خاطر نہیں ہوتا ہے۔ البتہ اگر کوئی اپنے صوابدید پر رقم دینا چاہیے، تو اجر اور ثواب ملے گا۔ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

لایحل مال امرئ الابطیب منہ ۔

لایجوز لاحد ان یتصرف فی ملک الغیر بغیراذنہ۔

آلات موسیقی توڑنا، یاان کی مرمت پر اجرت لینا:

ایسے آلات جو محض گناہ کے لیے استعمال ہوتاہوں، جیسے : باجہ، ستار وغیرہ۔ان کا توڑنا درست ہے اوراس کی مرمت پر اجرت لینا ناجائز ہے۔

''والفتوی علی قولهمافی عدم الضمان۔۔۔''

(الشامية، بحوالہ احسن الفتاوی : ج۵، ص ۵۶۳)

تفصیل کے لیے :

احسن الفتاوی : ج۵، ص ۵۶۳، ط : ایچ۔ایم سعید)

(امداد الفتاوی : ج۳، ص۱۳۹)

واللہ اعلم بالصواب۔

سید کلیم اللہ حرمزئی۔